مکی دور کے اندر ”ریاست درون ریاست“ کے قیام کی حقیقت: بعض سوالات کے جوابات

علی محمد رضوی

ایک بھائی نے سوال کیا ہے:

”'ریاست درونِ ریاست' کی بنیاد کیا ہے؟ کیا یہ بنیاد شرعی ہے یا عقلی؟ اگر شرعی ہے تو وہ اسلامی دلائل کیا ہیں جن سے یہ طریقۂ کار اخذ کیا گیا ہے؟ اور اگر عقلی ہے تو اس کی عقلی توجیہ کیا ہے؟ متن میں دو مثالیں دی گئی ہیں: ایک مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کی اور دوسری آر ایس ایس (RSS) کی۔ پہلی مثال کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مکہ میں صحابۂ کرامؓ کی تربیت ہو رہی تھی، لیکن یہ واضح نہیں کہ وہ وہاں کوئی متوازی اسلامی سماجی نظام بھی قائم کر رہے تھے۔ اور جہاں تک RSS کی مثال کا تعلق ہے، وہ زیادہ سے زیادہ ایک عملی مثال ہے جس سے طریقۂ کار سمجھا جاسکتا ہے، لیکن اس کی مزید تفصیل درکار ہے۔ صحابۂ کرامؓ دارِ ارقم اور دیگر مقامات پر ملاقاتیں کرتے اور تربیت حاصل کرتے تھے۔ مکہ میں ریاست قائم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ مکہ کے آخری زمانے میں رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے باہر نصرت کی تلاش شروع کی، جس کا مقصد ایک ریاست کا قیام تھا۔ لہٰذا مکی طرزِ عمل سے 'ریاست کے اندر ریاست' کا تصور ثابت نہیں ہوتا۔“

اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام مکہ مکرمہ میں ایک متوازی نظام اطاعت قائم نہیں کر رہے تھے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اس کے سوا اور کیا ہو رہا تھا؟ یہ حقیقت کہ پہلا موقع ملتے ہی مدینہ منورہ میں ایک مکمل اسلامی ریاست اور اجتماعی نظام قائم کر دیا گیا، خود اس بات کا ناقابلِ انکار ثبوت ہے کہ مکی دور ہی سے اصل مقصد اور ارادہ یہی تھا[1]۔ یہ پورا عمل اس بنیادی حقیقت پر قائم تھا کہ رسول اللہ ﷺ پہلے دن سے صرف

رسول ہی نہیں بلکہ امام بھی تھے؛ یعنی آپ ﷺ کی حیثیت محض روحانی مبلغ کی نہ تھی بلکہ مقتدرِ اعلیٰ اور مرکزِ اطاعت کی بھی تھی۔

غالباً ولیم مونٹگمری واٹ اور بعض دیگر مستشرقین نے "مکی بمقابلہ مدنی" کی یہ مصنوعی ثنویت اختراع کی، جس کے تحت نبوی مشن کو غیر فطری انداز میں دو الگ خانوں، "مذہبی مرحلہ" اور "سیاسی مرحلہ"، میں تقسیم کر دیا گیا۔ بعد میں اسی تقسیم کو تربیتی مرحلے اور اقدامی مرحلے میں تقسیم کیا گیا اور اس کی بنیاد پر انقلاب کی سٹیج تھیوری کو مرتب کیا گیا[۲]۔ اس تقسیم نے اس ابتدائی وحدتِ اقتدار کو نظروں سے اوجھل کر دیا جو آغاز ہی سے نبوی دعوت کا حصہ تھی۔

اس تناظر میں "شرعی" کی اصطلاح بھی اپنے مروجہ معنی میں زیادہ مفید نہیں[۳]۔ اصل سوال یہ ہونا چاہیے کہ: اسلامی ریاست اور امامت کے قیام کا اسلامی جواز کیا ہے؟ چنانچہ موجودہ حالات میں "ریاست کے اندر ریاست" کی تشکیل، اقامتِ امامت کے اسلامی فریضے کو پورا کرنے کے لیے ایک ناگزیر ذریعہ ہونے کی حیثیت سے مکمل طور پر جائز ہے۔ یہ اصولِ فقہ کے اس مسلمہ قاعدے کے تحت آتا ہے:

"ما لا يتم الواجب إلا به، فهو واجب، فقد قرر الأصوليون أن ما لا يتم الواجب إلا بفعله، ففعله واجب"[۴]

یعنی: "جس چیز کے بغیر کوئی واجب پورا نہ ہو سکے، وہ چیز بھی واجب ہو جاتی ہے۔"

اقامتِ دین، اقامتِ عدل، اور امامتِ شرعیہ اگر واجب ہیں، اور موجودہ تاریخی و سیاسی حالات میں ان کا تحقق کسی منظم اجتماعی ڈھانچے، متبادل نظم، اور مستقل جماعتی قوت کے بغیر ممکن نہیں، تو پھر ایسا نظم قائم کرنا بھی واجب کے درجے میں داخل ہو جاتا ہے۔

اصل مغالطہ یہاں "ریاست" کو صرف ایک اعلان شدہ جغرافیائی اقتدار اور رسمی حاکمیت تک محدود سمجھنے سے پیدا ہوتا ہے۔ مکہ مکرمہ میں مسلمان اگرچہ حاکمیت سرزمینی / ارضی territorial sovereignty کے حامل نہیں تھے، لیکن وہ ایک مستقل اجتماعی نظم،

ایک الگ ضابطۂ حیات، اور ایک جداگانہ وفاداری کے نظام کی تشکیل کر رہے تھے۔ یہی چیز قریش کے لیے حقیقی خطرہ تھی۔ اگر معاملہ صرف چند روحانی عبادات اور اخلاقی نصیحتوں تک محدود ہوتا تو قریش اس شدت کے ساتھ مزاحمت نہ کرتے۔[۵]

یہ کہنا کہ مکہ میں کوئی "متوازی شرعی نظم" قائم نہیں ہو رہا تھا، اس حقیقت کو نظر انداز کرنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ پہلے دن ہی سے مرکزِ اطاعت اور مقتدر قیادت تھے۔ دارِ ارقم محض ایک "اسٹڈی سرکل" نہیں تھا بلکہ ایک نئے معاشرے کی ابتدائی بنیاد تھا[۶]۔ وہاں صرف عقائد کی تعلیم نہیں دی جا رہی تھی بلکہ:

- ایک نئی اجتماعی شناخت تشکیل دی جا رہی تھی؛
- جاہلی اقدار سے براءت پیدا کی جا رہی تھی؛
- اطاعت و قیادت کا نیا مرکز قائم کیا جا رہا تھا؛
- نئی اخلاقی، معاشی، اور معاشرتی ترتیب کی بنیاد رکھی جا رہی تھی؛
- اور افراد کی ایسی فکری و سماجی تشکیل ہو رہی تھی کہ ان کی وفاداری قبیلے، خون، اور مکہ میں قائم اقتدار کے بجائے رسول اللہ ﷺ کی امامت کے ساتھ وابستہ ہو جائے۔

یہ سب کسی "نجی روحانیت" کا حصہ نہیں تھا بلکہ ایک متبادل نظام حاکمیت کی تیاری تھی۔ اسی لیے قرآن مجید کی مکی سورتوں میں حکم، ولایت، اطاعت، جماعت، ہجرت، براءت، صبر اجتماعی اور اہلِ ایمان کی باہمی نصرت جیسے تصورات مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ محض باطنی تزکیے کا پروگرام نہیں تھا بلکہ ایک نئی امت کی تشکیل تھی جو بالآخر اقتدار کے سوال کو حل کرنے والی تھی۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

لہٰذا یہ کہنا کہ "مکہ میں ریاست قائم کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا" تاریخی طور پر درست معلوم

نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا تو: بیعتِ عقبہ میں سیاسی اور عسکری نصرت کیوں طلب کی جاتی؟ ہجرت محض پناہ کی تلاش کے بجائے اقتدار کی ایک منظم منتقلی کا زینہ کیوں بنتی؟ اور مدینہ منورہ زاد اللہ شرفھا پہنچتے ہی مسجد بطور ادارہ جاتی مرکز، مواخات بطور سماجی تنظیمِ نو، میثاقِ مدینہ اور جہاد و قضاء بطور مقتدرہ ادارہ جات فوراً کیسے قائم ہو جاتے[۷]؟

یہ سب کسی اچانک ہنگامی انتظام کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ مکی دور میں تیار ہونے والے ایک مسلسل جماعتی اور تاریخی منصوبے کا منطقی انجام تھا۔

اس تناظر میں "تربیت" کا وہ تصور جو دعوت کے مکی مرحلے کو محض اخلاقی و روحانی تیاری تک محدود کر دیتا ہے، دراصل ایک جدید تعبیر ہے جس پر مستشرقانہ فکر اور ۱۹۶۰ء کے بعد کے سیاسی حالات کا گہرا اثر ہوا۔ مصر میں ناصر کے دور کے شدید سیاسی جبر کے بعد اخوانی فکر میں ایک دفاعی رجحان پیدا ہوا اور بعد میں جلاوطنی کے دوران اخوانی فکر پر سعودی اثرات نے اس فکر کو اسلامی تحریکوں میں مقبولِ عام کیا۔ اس پورے تاریخی عمل نے مولانا مودودیؒ کی فکر پر بھی اثر ڈالا، یہاں تک کہ انہوں نے کھلی، پُرامن، اور آئینی جدوجہد کو اپنا مستقل منہج بنا لیا، اور یوں بعد از نوآبادیاتی ریاست کے متعین کردہ دائرے کے اندر رہتے ہوئے تغیر کا عہد کیا گیا اور یوں عملاً انقلابی طرزِ عمل کو بڑی حد تک ترک کر دیا گیا[۸]۔

ہمیں نام نہاد "شرعی ماڈلز"[۹] کی جامد بحث سے آگے بڑھنا ہو گا، اور فقہ، اصولِ فقہ، قضا، اسلامی علوم کی تاریخ اور مسلم معاشروں کے تاریخی تجربے کی روشنی میں معاملات کو سمجھنا ہو گا۔ اس کا آغاز فرضی اور تجریدی تصورات سے نہیں بلکہ اپنے قریب ترین تاریخی حقائق سے ہونا چاہیے۔

سب سے خطرناک اور گمراہ کن علمیاتی منہاج یہ ہے کہ ہم اپنے حاضر و موجود کو ایک مسلمہ اور غیر متغیر حقیقت مان لیتے ہیں، اور پھر نصوص کو اسی کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نتیجتاً حاضر و موجود سیاق خود نصوص کے معنی متعین کرنے لگتا ہے اور نصوص پر مہیمن بن جاتا ہے۔ درست منہج یہ ہے کہ پہلے موجودہ تناظر کو خود سوالیہ نشان بنایا جائے، پھر اسلامی

علوم، ان کی تاریخ، اور استعمار سے پہلے کی اسلامی تہذیبی و علمی روایت کی روشنی میں نصوص کا مطالعہ کیا جائے اور ان کی روشنی میں اپنے حاضر و موجود پر حکم لگایا جائے[۱۰]۔

اسی لیے ہماری علمی بنیادیں فرضی تصورات کے بجائے مثلاً فتاویٰ ہندیہ اور نور الانوار جیسی متون، امام عالمگیر کے عہد کے ادارہ جاتی تجربے، اور برصغیر کی علمی روایت میں تلاش کی جانی چاہییں۔ مجموعی طور پر برصغیر کے تناظر میں ہماری فکر امام شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، امام مجدد الف ثانیؒ، اور امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی مجموعی علمی روایت سلسلے میں پیوست ہونی چاہیے[۱۱]۔

آخر کار، اس پورے استدلال کی بنیاد ایک ہی حقیقت ہے: امت محض ایک مذہبی یا سماجی گروہ نہیں بلکہ ایک سیاسی برادری بھی ہے، اور اسی لیے وہ بیک وقت معاشرہ بھی ہے اور ریاست بھی[۱۲]۔

﴿وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ﴾ (المؤمنون: ۵۲)

"اور بے شک یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے، اور میں تمہارا رب ہوں، پس مجھی سے ڈرو۔"

﴿إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾ (الانبیاء: ۹۲)

"اور بے شک یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے، اور میں تمہارا رب ہوں، پس میری ہی عبادت کرو۔"

نوٹس و حوالہ جات

۱۔ اس مضمون کا آغاز ایک بھائی کے سوال کے جواب پر ہوا تھا اور مضمون لکھتے وقت اس کا بالکل احساس نہیں تھا لیکن دوبارہ پڑھنے پر یہ واضح ہوا کہ یہاں جو کچھ کہا گیا ہے وہ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی ایک عاجزانہ تشریح کے سوا کچھ نہیں۔

۲۔ اسٹیج تھیوری کی سب سے تفصیلی بحث ڈاکٹر اسرار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں میں ملتی ہے۔ ان کی تنظیمِ اسلامی اسی ماڈل پہ قائم ہے۔ معاصر پاکستانی علماء میں البرہان کے مدیر ڈاکٹر امین صاحب اس کے مؤیدین میں نظر آتے ہیں۔

۳۔ اسلامی علوم کی اصطلاح اور قرآنی استعمال کے مطابق شریعت کے معنی دین کے ہیں لیکن سیکولرزم سے متاثر معاصر اسلامی تحریروں میں شرعی، فقہی کے معنی میں لیکن اس کے متبادل کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ بنیادی طور پہ عصری واقعہ کو نارمل تصور کر کے اس کے تناظر میں کسی بھی عمل یا فیصلے کے لیے قرآن و سنت اور بعض اوقات دیگر اسلامی مراجع سے دلیل دینے کو شرعی دلیل کہتے ہیں۔

۴۔ بحوالہ اسلام ویب۔

۵۔ اس کی تفصیل کے لیے مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں خاص طور پہ تفہیم القرآن میں مکی دور کی آیات کی تفسیر کا مطالعہ فرمائیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں خاص طور پہ ان کی کتاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاسی زندگی بھی اس سلسلے میں مفید ہیں۔

٦۔ اپنے استادوں سے سیرت کی کتابوں کے دروس کے دوران خاص طور پہ حضرت علامہ محمد الحسن الددو الشنقیطی سے یہ بار بار سنا کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مکی دور میں تین خفیہ تنظیمیں قائم کی تھیں، دارِ ارقم ان میں سے ایک تنظیم تھی۔

٧۔قال سيدي شيخي رفع الله قدره في الدارين و نفعني بعلومه في الدارين في شرحه على قرة الأبصار في سيرة المشفع المختار: لما وصل النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ المدينة نزل بقباء عند كلثوم بن الهدم -رضي الله تعالى عنه- وبنى مسجد قباء الذي قال عددٌ من المفسرين فيه: إنه هو المقصود بقول الله تعالى ﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ ﴾ [التوبة: ١٠٨].
وقال رضي الله عنه:
وبدأ النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ في إدارة شئون دولة الإسلام فآخى بين المهاجرين والأنصار وعقد العهود والمواثيق مع اليهود أن لهم السلام والأمان على ألا يقاتلوا ولا يظاهروا عليه عدوا۔ (ص٦١و٦٢)

ترجمہ: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو آپ نے قباء کے مقام پر کلثوم بن ہدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں قیام فرمایا اور مسجدِ قباء کی بنیاد رکھی، جس کے بارے میں متعدد مفسرین کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مراد یہی مسجد ہے: ﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ﴾ [التوبة: ١٠٨] (آپ اس [مسجدِ ضرار] میں کبھی کھڑے نہ ہوں۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے، وہ اس بات کی زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں، اور اللہ پاک رہنے والوں سے محبت فرماتا ہے)۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاستِ اسلام کے امور کا نظم و نسق سنبھالنا شروع کیا۔ آپ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان اخوت کا نظام قائم فرمایا اور یہودیوں کے ساتھ معاہدے اور پیمان طے کیے کہ ان کے لیے امن و سلامتی ہو گی، اس شرط پر کہ وہ نہ (مسلمانوں سے) قتال کریں گے اور نہ ہی ان کے خلاف کسی دشمن کی مدد کریں گے۔(صفحات:۶۱-۶۲)

۸۔ اخوان و مصر کے بارے میں تبصرہ اپنے مطالعے اور مشاہدے اور تاثر پر مبنی ہے۔ مولانا مودودی کی دستوریت اور غیر انقلابیت پر ملاحظہ فرمائیں

Capitalist Values and Ideologies: An Islamic Approach, pp. 299 onwards and passim.

۹۔ اس کی وضاحت کے لیے دیکھیں حاشیہ نمبر ۳

۱۰۔ یہ خیال حضرت امام شاطبی اور علامہ الددو الشنقیطی کی نظر کرم کے طفیل اس ہیچمدان کے ذہن میں آیا۔

۱۱- یہ خیال امام سندھی رحمۃ اللہ علیہ کا فیض ہے۔ دیکھئے ان کی متعلقہ کتابیں خاص طور پر التمهيد لتعريف أئمة التجديد.

۱۲- اس سارے مضمون میں جو مواد ہے اس میں کوئی چیز نئی نہیں ہے لیکن یہ ہے کہ اس کو "ریاست درونِ ریاست" کے سیاق میں سمجھنے کا خیال حسب عادت سیدی وسندی وو سیلتی فی جناب الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ڈاکٹر انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے اشارے سے ہی آیا۔ یہ اس کی بھی مثال ہے جو میں ہمیشہ کہتا ہوں کہ متعلقہ تصورات کے بغیر حقیقت کے بہت سے گوشے ہماری نظروں سے اوجھل رہتے ہیں۔ اس لیے نئے تصورات کی تخلیق اپنے واقعے کو سمجھنے کے لیے نہایت اہم ہے۔